*ڈاکٹر عبدالماجد
**ڈاکٹر شہزاد چنا

شرعی احکامات کی تخفیف میں قواعد وکلیات کی فقہی حیثیت

Abstract:

The welfare of human kind in individualand collective live is in believing and following Islamic way of life. Islamic code of life exalts the human kind to new dimentions. It has a code of life for all times and universal, not subservient to time and space.

On the contemporary, Islamic code of life with all its manufestation is as much work-able and needed today as it was it was in the early glorious period of Islam.

Allah, in all His mercy has made the "Islam" simple, workable with exceptions and relief where ever one feels difficulty, danger or deprivation. Base on the Quran, the Holy prophet guided the followers on such matter where exceptions or relief was needed.

After ther Holy prophet, the reponsibility of guidance was taken out by his companions, after their period the Imams coded all the problems in "fiqah".

Today the human kind, particulary Muslims face new chalangesregardingdifferent problems in the matter of practice. This study has established guidance and solutions in the form of exceptions and relief given in Sharia. The hall-mark of it is that Allah and his prophet has provided relief where ever it is needed.

قواعد وکلیہ کی تعریف، ارتقاء اور اہمیت

قاعد کلیہ کی تعریف

عربی زبان میں قاعدہ کے لغوی معنی کسی عمارت کی بنیاد کے ہوتے ہیں، کسی مملکت کے دارالحکومت کو بھی قاعدہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مملکت کی بنیاد کی طرح اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن میں میں لفظ قاعدہ بنیاد ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

واذیرفع ابراہیم القواعد من البیت واسماعیل۔(۱)

”اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔“

قواعد سے مراد وہ رہنما اصول اور ضوابط کلیہ ہیں جن کے تحت متعدد ایک جیسے ایسے شرعی احکام آتے ہیں جن پر ان فقہی ضابطوں کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعض علماء اصول نے اس کی تعریف یوں بھی کی ہے۔"

”وہ اصول یا حکم جو کلی نہ ہوں۔ بلکہ اس کا اطلاق بلاواسطہ اکثر فقہی جزئیات پر ہوتا ہو۔“

ان قواعد کلیات سے فقہی استنباط تک رسائی ہوتی ہے۔"(۲)

شرعی ادلہ میں سب سے پہلے قرآن وسنت کی نصوص ہیں اور یہ ہر استنباط کا مرجع ہیں اور ہر دلیل کی سند ہیں اور یہ نصوص عربی زبان میں وارد ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ علماء اصول نے جو ان کی پہچان بیان کی ہے وہ جانی جائے کہ ان قواعد کلیات کے الفاظ اپنے معنی میں کس طرح استعمال ہوتے ہیں اور اپنے معنی پر کس طرح دلالت کرتے ہیں۔

* وائس پرنسپل، البیرونی ایجوکیشن سسٹم، جامعۃ الرشید، کراچی، ای میل:abdulmajidmaymar@gmail.com
** اسسٹنٹ پروفیسر، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ای میل:shahzad.channa@iiu.edu.pk

ارتقاء اور اہمیت

نئے اصول اور کلیات کی دریافت کا کام دور صحابہ کرامؓ ہی سے شروع ہو گیا تھا اس میدان میں صحابہ کرامؓ کے تلامذہ نے زور شور سے کام کیا۔ وہ عمومی اصول اور قواعد کلیات جو بہت بعد میں اپنی موجودہ عبارتوں میں مرتب ہوئے، اپنی ابتداء اور مجرد (Abstract) شکل میں صحابہ کرامؓ کے سامنے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو اس کی ضرورت نہیں تھی اور نہ وہ اس کے محتاج تھے کہ قرآن و سنت سے استنباط اور استدلال کرتے وقت ان وسائل استدلال اور آلات سے کام لیں جن کی متاخرین کو ضرورت محسوس ہوئی، بلکہ اپنے خالص ذوق عربیت، حیرت انگیز اور خداداد بصیرت اور بے مثال تربیت نبویؐ کی بدولت صحابہ کرامؓ قریب قریب جبلی طور پر ایسے استعدادی ملکہ کے حامل ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کو زبان رسالت سے نجوم ہدایت کا خطاب ملا۔(۳)

اصول فقہ، قواعد کلیہ اور علم فروق و اشباہ کی بنیادیں خود علم فقہ سے بھی پہلے پڑنا شروع ہو گئی تھیں۔ اصول فقہ نے بہت سے اہم قواعد بالیقین براہ راست کبار صحابہؓ کے وضع کردہ ہیں۔ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جب ائمہ مجتہدین اصول فقہ کی تدوین میں مصروف تھے، تعبیر قانون کے اصول کو مرتب کیا جارہا تھا اور قرآن مجید اور سنت رسول میں بیان کردہ جزئی احکام کے پردہ میں پوشیدہ کلیات کی دریافت کا کام زور و شور سے جاری تھا، انہی دنوں قواعد کلیہ کی بنیاد بھی رکھی جاچکی تھی، امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن شیبانیؒ اور امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی فقہی میں ایسے بہت سے قواعد بکھرے ہوئے ہیں جن کو بعد میں آنے والے فقہاء نے مرتب کیا اور ان کی بنیاد پر علم قواعد کلیہ کو باقاعدہ شکل دی۔

اگرچہ سردست یہ کہنا مشکل ہے کہ دوسری صدی ہجری کے جن مجتہدین کی تحریروں میں ایسے کلیات بکھرے ہوئے ہیں، انہوں نے ان کو بالارادہ قواعد کلیہ کی ہی حیثیت میں مرتب کیا تھا، تاہم یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کے زمانہ میں قانون اسلامی کے اصول و کلیات کی تنقیح کا اتنا کام ہو چکا تھا کہ تیسری صدی ہجری کے فقہا کے لیے قواعد کلیہ کے نام سے جداگانہ علم کی تدوین ممکن ہو سکی۔

شرعی قواعد کلیہ چند دنوں میں وضع نہیں ہوئے، نہ یہ سب کسی ایک مرحلہ میں اپنی موجودہ شکل میں مرتب ہوئے، ان کی ترتیب کی صورت دنیا کے دیگر قوانین کی طرح نہیں ہوئی، ان کی بنیادیں تو قرآن و سنت کے احکام اور صدر اسلام کے ائمہ کرام کے وہ اجتہادات ہیں جو انہوں نے سالہا سال سے قرآن و سنت میں غور و فکر کے بعد کیے تھے۔ جوں جوں فقہائے کرام قرآن و سنت کے احکام پر غور کرتے رہے، ان کے سامنے ان احکامات کا بنیادی فلسفہ، حکمت اور اصول واضح ہوتے گئے اور ہر زمانہ کے فقہا ان اصول کو مناسب عبارتوں میں مرتب و مدون کرتے رہے، انہوں نے اپنے مطالعہ اور غور و فکر سے نئے نئے قواعد و ضوابط دریافت کرتے اس ذخیرہ میں اضافہ کرتے رہے۔ اس طرح کم و بیش ایک ہزار سال کی اجتماعی کاوشوں کا یہ ثمرہ قواعد کلیہ کے اس بے بہا خزانہ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

شروع شروع میں جب قواعد کلیہ وضع ہونا شروع ہوئے اور مختلف فقہا نے اپنے مطالعہ اور بصیرت کی بنیاد پر احکام شرعیہ کی حکمتوں اور مصلحتوں پر غور کر کے ان کو بنیادی اصول و کلیات کے تحت منضبط کرنے کا کام شروع کیا تو ایک انتہائی مقبول اور بلند پایہ علم قرار پایا۔ جن اصحاب علم کو قواعد کلیہ سے واقفیت پیدا ہوئی ان کو فقہائے حلقہ میں نمایاں مقام اور خصوصی حیثیت حاصل ہوئی۔

قواعد و کلیات کے ذریعے شارع کے مقصد کو جانا جاتا ہے اور نصوص اور احکام کے درمیان تعارض ختم کرنے میں ان سے مدد لی جاتی ہے۔ ادلہ اور احکام کے درمیان ترجیح دینے میں بھی ان کلیات کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

قواعد کلیہ کی فقہی و قانونی حیثیت

فقہی اور قانونی اصطلاح کے اعتبار سے قاعدہ کا مفہوم دوسرے علوم و فنون سے مختلف مفہوم رکھتا ہے۔ کسی فقہی قاعدہ کا اطلاق، اس کے ذیل میں آنے والے تمام حالات و مسائل پر نہیں بلکہ صرف اس کی بیشتر صورتوں پر ہوتا ہے اور بہت سی صورتیں بہر حال ایسی ہوتی ہیں جو اس قاعدہ کے اطلاق سے باہر رہتی ہیں۔ فقہی قاعدہ کی تعریفات میں یہ لحاظ رکھا گیا ہے کہ اس کا اطلاق اس کی تمام جزئی صورتوں پر نہیں بلکہ اکثر صورتوں پر ہوتا ہے۔ ایسی چند تعریفات یہ ہیں:

حکم اغلب ینطبق معظم جزئیاتہ۔(۴)

"وہ ایسا حکم ہے جو اکثریت کی بنیاد پر ہوتا ہو اور اپنے تحت آنے والی بیشتر جزئیات پر منطبق ہوتا ہو۔"

بیسویں صدی کے نامور فقیہ استاذ مصطفی احمد الزرقاء ان تعریفات سے مطمئن نہیں ہیں ان کی رائے میں ان میں سے کوئی تعریف بھی اتنی جامع، واضح اور مکمل نہیں ہے کہ پڑھنے والے کو اس کی مدد سے قاعدہ کلیہ کی حقیقت وماہیت سے بخوبی آگاہی حاصل ہو جائے۔ انہوں نے خود ایک تعریف وضع کی ہے جس سے قواعد کلیہ کی حقیقت اور ماہیت اچھی طرح سامنے آجاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

اصول فقهية كلية فى نصوص موجزة دستورية تتضمن احكاما تشريعية عامة فى الحوادث التى تدخل تحت موضوعها۔(۵)

"قواعد کلیہ وہ عمومی فقہی اصول ہیں جن کو مختصر قانونی زبان میں مرتب کیا گیا ہو اور جن میں ایسے عمومی قانونی اور فقہی احکام بیان کے گئے ہوں جو اس موضوع کے تحت آنے والے حوادث وواقعات کے بارہ میں ہوں۔"

جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ بیشتر قواعد کلیہ وہ ہیں جو محض اکثر صورتوں میں اپنی جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں، اس لےے ان کے بارے میں یہ واضح رہنا چاہیے کہ یہ قواعد کسی مستقل بالذات شرعی دلیل نہیں رکھتے۔ یہ خود اپنی ذات میں ماخذ قانون نہیں ہیں کہ محض کسی قاعدہ کلیہ کی بنیاد پر کوئی قانون وضع کیا جاسکے۔ ماخذ قانون صرف قرآن مجید اور سنت رسول ہیں، یا وہ اجماع اور اجتہاد وقیاس ہیں جو قرآن وسنت کی بنیاد پر وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

قاعدہ کلیہ کی حیثیت صرف یہ ہے کہ وہ زیر بحث موضوع سے متعلق فقہ اسلامی کی عمومی فکر اور منہاج کو واضح کرتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں معاملہ میں فقہ اسلامی کا انداز فکر کیا ہے، فلاں معاملہ میں قیاس واجتہاد کا رخ کیا ہے، یا فلاں مسئلہ میں فقہی حکم معلوم کرنے کا عمومی اسلوب کیا ہے۔ جس طرح فقہ سے دوسرے جزوی اور فروعی احکام براہِ راست یا بالواسطہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں، اسی طرح قواعد کلیہ بھی قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں۔ اگر کوئی قاعدہ کلیہ قرآن وسنت کے کسی حکم سے متعارض ہو تو اس کی سرے سے کوئی حیثیت نہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی قاعدہ کلیہ کی بنیاد پر کوئی بھی استدلال کرنا یا کسی بھی نئی پیش آمدہ صورت حال پر اس کو منطبق کرنا ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔ قاعدہ کلیہ سے استدلال کرنا اور کسی نئی صورت حال پر اس کو منطبق کرنا درست ہے، لیکن اس فرق کے ساتھ کہ اس استدلال کو محض مجازاً ہی استدلال کیا جائے گا۔ یہ وہ استدلال نہیں ہوگا جو کسی دلیل شرعی (ماخذ قانون) کی بنیاد پر ہوتا ہے۔(۶)

قواعد کلیہ کے فوائد

قواعد کلیہ کی قانونی اور عدالتی اہمیت سے قطع نظر ان کی تعلیمی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ استاد مصطفیٰ احمد الزرقا کے بقول یہ قواعد فقیہ بنانے اور فقہ میں درک (ادراک کی صلاحیت) پیدا کرنے کے اصول ہیں۔ عدالتی فیصلوں کی بنیاد بننے والے قوانین نہیں ہیں۔(۷)

مجلۃ الاحکام العدلیہ کے فریقین ومرتبین نے بھی مجلہ کے پہلے باب میں جہاں ننانوے قواعد کلیہ بیان کے ے ہیں، وہاں انہوں نے دفعہ نمبر ا میں قواعد کلیہ کے فائدے اور ضرورت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، ان کی رائے میں قواعد کلیہ کے فوائد یہ ہیں!

۱۔ یہ قواعد فقہ کے لٹریچر کے معتبر اور مسلم اصول ہیں، فقہا کے طرزِ استدلال سے واقف ہونے کے لےے ان کا جاننا بہت ضروری ہے۔

۲۔ فقہی احکام کی پشت پر جو عمومی انداز فکر کار فرما ہے، اس سے ایک عمومی واقفیت پیدا کرنے کے لےے ان قواعد کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

۳۔ قواعد کلیہ کے مطالعہ سے فقہی احکام سے ایک گونہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ قواعد کلیہ کے مطالعہ سے فقہ اسلامی میں گہرا ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔

۵۔ منتشر ومتفرق فقہی مسائل کو مرتب ومنضبط کرنے اور انہیں ایک مربوط قانونی حکم کے تحت لانے میں مدد ملتی ہے۔

۶۔ فروع اور جزئیات چونکہ بے شمار ہیں اس لےے ان سب کے تفصیلی دلائل یاد کرانا اور مستحضر (سامنے رکھنا) مشکل ہے۔ اگر قواعد کلیہ اور ان کے ماخذ ودلائل سے ایک بار واقفیت پیدا ہو جائے تو ان کے تحت آنے والے فروع وجزئیات کی جڑ ہاتھ آجاتی ہے۔

۷۔ قواعد کلیہ سے واقفیت کے بعد انسان کے لےے روزمرہ زندگی میں شریعت کے نقطہ نظر کو جاننا اور اپنے معاملات پر منطبق کرنا آسان ہو جاتا ہے۔(۸)

شریعت کے اساسی قواعد وکلیات

اساسی قواعد کلیات مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ الامور بمقاصدھا (۹)

"معاملات کا دارومدار ان کے مقصد پر ہوتا ہے۔"

۲۔ الیقین لایزول بالشک۔(۱۰)

"یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔"

زرکشی نے عبارت اس طرح ذکر کی ہے۔

مایثبت بیقین لایرتفع الا بیقین (۱۱)

"جو چیز یقینی طور پر ثابت ہو جائے وہ صرف یقین ہی سے ختم کی جاسکے گی۔"

۳۔ المشقۃ تجلب التیسیر (۱۲)

"مشقت سہولت لاتی ہے۔"

۴۔ لاضرر ولا ضرار (۱۳)

"نہ نقصان پہنچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ۔"

اہم مشترک قواعد وعمومی قواعد

اہم مشترک قواعد وعمومی قواعد مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ التابع تابع ۔(۱۴)

"تابع پر تابع ہی کا حکم لگایا جائے گا۔"

۲ ۔ تصرف الا مام علی الرعیۃ منوط بالمصلحۃ ۔(۱۵)

"عوام کے معاملات میں حکومت کا عمل دخل مصلحت پر مبنی ہو گا۔"

۳۔ الاکراہ یسقط اثر التصرف فعلا کان اوقولا۔(۱۶)

"جبر واکراہ تصرف کے اثرات کو ساقط کر دیتا ہے خواہ یہ جبر بالفعل ہو یا قول کے ذریعے ہو۔"

۴۔ اذا تعارض الواجب والمحظور یقدم الواجب۔(۱۷)

"جب واجب اور ممنوع میں تعارض ہو تو واجب مقدم ہو گا۔"

۵۔ البقاء اسہل من الابتدائ۔(۱۸)

باقی رکھنا، ابتداء کرنے سے آسان ہے۔

۶۔ ماحرم اخذہ حرم اعطاء ۔(۱۹)

"جس کا لینا حرام ہے، اس کا دینا بھی حرام ہے۔"

۷۔ ما حرم استعمالہ حرم اتخاذہ۔(۲۰)

"جس چیز کا استعمال حرام ہے، اس کا رکھنا بھی حرام ہے۔"

۸۔ جنایۃ العجماء جبار ۔(۲۱)

"جانوروں سے جو نقصان ہو، اس کا کوئی معاوضہ نہیں۔"

۹۔ الامر بالتصرف فی ملک الغیر باطل۔(۲۲)

"دوسرے کی مملوکہ چیز میں تصرف کا حکم باطل ہے۔"

۱۰۔ اذا تعذر الاصل یصار الالبدل۔(۲۳)

"جب اصل دشوار ہو جائے تو اس کا بدل تلاش کیا جائے گا۔"

۱۱۔ اذا زال المانع عاد الممنوع (۲۴)

"جب مانع دور ہو جائے تو ممنوع علیٰ حال قائم ہو جائے گا۔"

۱۲۔ ماجاز بعذر بطل بزوالہ(۲۵)

"جو بات کسی عذر کی بناء پر جائز قرار دی گئی ہو، عذر ختم ہونے کے بعد جائز نہیں ہو گی۔"

عمومی قواعد

ا۔ قاعدہ کلیہ

الامور بمقاصدھا ۔(۲۶)

"امور اپنے مقاصد کے لحاظ سے دیکھے جائیں گے۔"

یعنی کسی کام کے بارے میں جو حکم دیا جائے گا، اس کی بنیاد اس مقصد پر ہو گی جو اس کام سے مقصود تھا۔ لوگوں کے اعمال وافعال اور ان کے قولی و فعلی تصرفات کے قانونی نتائج اور احکام دارومدار کرنے یا کہنے والے کی نیت پر ہوتا ہے، جیسی نیت اور ارادہ ہو گا، ویسے ہی اس قول یا فعل کے قانونی نتائج مرتب ہوں گے اور ویسے ہی اس پر فقہی احکام کا اطلاق ہو گا۔(۲۷)

۲۔ قاعدہ کلیہ

الیقین لایزول بالشک ۔(۲۸)

"یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔"

یہ شریعت کا ایک نہایت اہم اور بنیادی قاعدہ ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید، سنت اور عقل سب سے ہوتی ہے۔ یقین کا درجہ بہر حال شک سے اونچا اور مضبوط ہے لہٰذا محض شک کی بنیاد پر کسی حکم کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ عبادات، معاملات اور جنایات وغیرہ سے لے کر تمام قانونی معاملات میں اس قاعدہ کلیہ پر عمل درآمد ہوتا ہے۔(۲۹)

فقہا کے نزدیک کسی شے کے وقوع یا عدم وقوع پر دل کا ٹھک جانا اور قطعی طور پر مطمئن ہو جانا، یقین کہلاتا ہے۔

الیقین عند الفقہاء وھو جزم القلب بوقوع الشیء او عدم وقوعہ۔(۳۰)

۳۔ قاعدہ کلیہ

الاصل فی الشیاء الا باحۃ حتیٰ یدل الدلیل علی التحریم ۔(۳۱)

"اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں جب تک کہ کوئی دلیل ان کے حرام ہونے پر دلالت نہ کرے۔"

اس قاعدہ کا اطلاق ان اشیاء پر ہوتا ہے، جن کے بارے میں شریعت خاموش ہو اور اس نے کوئی واضح حکم نہ دیا ہو۔ یہ دلیل شوافع کی ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ حرام ہیں جب تک ان کے مباح ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو۔(۳۲)

احناف کا موقف یہ ہے کہ شریعت سے قبل کسی چیز کا کوئی حکم ہنیں ہے انسان کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا اس وقت مکلف ہے جب وہ ان سے متعلق علم حاصل کرے اور ان کی کیفیت جان لے۔(۳۳)

۴۔ قاعدہ کلیہ

الاصل بقاء ما کان علیٰ ما کان

"اصل یہ ہے کہ جو چیز جیسے تھی وہ ویسی ہی باقی رہے گی جیسے کہ تھی۔"

استاد مصطفی احمد الزرقاء نے اس قاعدہ کو الیقین لایزول باشک، کا ایک فروعی قاعدہ قرار دیا ہے۔ یہ وہی اصول ہے جسے اصول فقہ میں استصحاب کہا جاتا ہے، یعنی کسی زمانے میں جو حالت موجود تھی، اس کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ بعد میں بھی باقی رہی، یہاں تک کہ اس کا ختم ہو جانا یا بدل جانا ثابت ہو جائے۔

چنانچہ اگر کوئی مقروض دعویٰ کرے کہ وہ قرض خواہ کو قرض کی رقم واپس کر چکا ہے، قرض خواہ اس کا انکار کرے اور مقروض کے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہ ہو تو قرض خواہ کی بات درست تسلیم کی جائے گی بشرطیکہ وہ حلفیہ بیان دے کہ اس نے رقم وصول نہیں کی۔

۵۔ قاعدہ کلیہ:

القدیم یترک علیٰ قدمہ

"قدیم کو اس کی قدامت پر چھوڑ دیا جائے گا"

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جو کام قدیم زمانے سے کرتے چلے آرہے ہوں یا جو فوائد کسی کام سے وہ قدیم زمانے سے اٹھاتے آرہے ہوں اور یہ کام، فوائد وغیرہ جائز اور مشروع بھی ہوں تو وہ جوں کے توں باقی رکھے جائیں گے۔(۳۴)

اس قاعدہ پر اس لیے عمل کیا جائے گا تاکہ اہل اسلام کے متعلق حسن ظن قائم رہے کہ انہوں نے کسی شرعی وجہ کے پیش نظر ہی اس امر کو اختیار کیا ہوگا۔(۳۵) لیکن یہ قاعدہ مطلق نہیں بلکہ ایک مخصوص قید کے ساتھ مقید ہے جو یہ ہے کہ اگر قدیم عمل باعث ضرر ہو یا غیر مشروع ہو تو اس کو اختیار نہیں کیا جائے گا، اس صورت میں قدیم کی قدامت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔(۳۶)

۶۔ قاعدہ کلیہ:

الضرر یزال

"ضرر دور کیا جائے گا۔"

جلال الدین سیوطیؒ اور زین الدین ابن نجیم نے اس قاعدہ کو بنیادی اور اہم ترین قواعد میں شمار کیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ضرر کو ختم کیا جائے اور ایسے اقدامات کیے جائیں جن سے نہ صرف ضرر کی تمام موجود اور ممکنہ صورتیں ختم ہو جائیں بلکہ وہ راستے بھی بند ہو جائیں جن سے مستقبل میں ضرر پیدا ہو سکتا ہے، متعدد احادیث سے ثابت ہے:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

لاضرر ولا ضرار فی الاسلام ۔(۳۷)

"اسلام میں نہ کسی کو تکلیف دینا ہے اور نہ خود تکلیف اٹھانا ہے۔"

اس حدیث کو امام مالکؒ، حاکمؒ، بیہقیؒ، دار قطنیؒ اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ نہ تو کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچائے اور نہ نقصان کے بدلے میں حد سے بڑھ کر کسی مزید نقصان کا (دوسروں کے لیے) باعث بنے۔

فقہ کے بہت سے ابواب میں کئی مسائل کی بنیاد اس قاعدہ پر ہے۔

۷۔ قاعدہ کلیہ:

درء المفاسد اولیٰ من جلب المنافع۔

"مفاسد کو دور کرنا حصول منفعت پر مقدم ہے۔"

مفاسد کے پھیلنے کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے، اس کے برعکس مثبت فوائد دیر میں حاصل ہوتے ہیں، اس لیے حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ برائی کو اس کے آغاز ہی میں دبا دیا جائے، چاہے اس کے نتیجے میں بعض منافع اور فوائد سے محروم ہونا پڑے، اسی لیے شریعت نے نواہی اور منکرات سے بچنے پر بہت زور دیا ہے۔(۳۸)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاذا انہیتکم عن شی فاجتنبوه واذا امرتکم بامر فاتوا منہ ماستطعتم۔(۳۹)

"جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچے رہو اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ممکن ہو، اسے بجالاؤ"

شارع مجلۃ الاحکام العدلیۃ نے کہا ہے کہ جب کسی مفسدہ اور مصلحت کا مقابلہ ہو تو اکثر حالات میں مفسدہ کو دور کرنا اولیٰ ہے۔(۴۰)

ان اللہ تجاوز عن امتی الخطاء والنسیان وماستکرھوا علیہ ۔(۴۱)

"بے شک اللہ نے معاف کر دیا میری امت کو خطا اور بھول سے اور اس سے جس پر وہ مجبور کیے گئے ہوں۔"

تخفیف کے قواعد طہارت میں:

١۔ المشقۃ تجلب التیسیر۔(۴۲)

"مشقت سہولت لاتی ہے۔"

٢۔ اذا تعذر الاصل یصار الالبدل ۔(۴۳)

"جب اصل دشوار ہو جائے تو اس کا بدل تلاش کیا جائے گا۔"

٣۔ ماجاز بعذر بطل بزوالہ ۔(۴۴)

"جو بات کسی عذر کی بناء پر جائز قرار دی گئی ہو، عذر ختم ہونے کے بعد جائز نہیں ہو گی۔"

عبادات میں:

١۔ الیقین لایزول بالشک(۴۵)

"یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔"

٢۔ اذا تعارض الواجب والمحظور یقدم الواجب۔(۴۶)

"جب واجب اور ممنوع میں تعارض ہو تو واجب مقدم ہو گا۔"

معاملات میں:

ا۔ ماحرم اخذہ حرم اعطاء۔(۴۷)

"جس کا لینا حرام ہے، اس کا دینا بھی حرام ہے۔"

۴۔ ما حرم استعمالہ حرم اتخاذہ ۔(۴۸)

"جس چیز کا استعمال حرام ہے، اس کا رکھنا بھی حرام ہے۔"

۴۔ جنایۃ العجماء جبار ۔(۴۹)

"جانوروں سے جو نقصان ہو، اس کا کوئی معاوضہ نہیں۔"

۵۔ الامر بالتصرف فی ملک الغیر باطل۔(۵۰)

"دوسرے کی مملوکہ چیز میں تصرف کا حکم باطل ہے۔"

۶۔ اذا تعذر الاصل یصار الالبدل ۔(۵۱)

"جب اصل دشوار ہو جائے تو اس کا بدل تلاش کیا جائے گا۔"

۷۔ اذا زال المانع عاد الممنوع۔(۵۲)

"جب مانع دور ہو جائے تو ممنوع علیٰ حال قائم ہو جائے گا۔"

٨۔ الاصل فی الشیاء الا باحۃ حتیٰ یدل الدلیل علی التحریم(۵۳)

"اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں جب تک کہ کوئی دلیل ان کے حرام ہونے پر دلالت نہ کرے۔"

۹۔ الاکراہ یسقط اثرالتصرف فعلا کان اوقولا۔(۵۴)

"جبر واکراہ تصرف کے اثرات کو ساقط کر دیتا ہے خواہ یہ جبر بالفعل ہو یا قول کے ذریعے ہو۔"

حوالہ جات وحواشی

۱۔ البقرۃ۲:۱۲۷

۲۔ ابن نجیم، فتح الغفار بشرح المنار، ص۷، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی مصر، ۱۳۵۵ھ۔۱۹۳۶ء

۳۔ مشکوۃ المصابیح، جزء۳، ص۵۵۴، باب مناقب صحابہ، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی

۴۔ سید احمد بن محمد، شرح حموی علی متن الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص۱۹، مطبع منشی نول کشور، لکھنو

۵۔ محمد سلام مدکور، المدخل الفقہی العام، ج۲، ص۷۹۴، دار الکتب الحدیث، کویت

۶۔ خالد عرفان، علم اصول فقہ، ج۲، ص۳۴۳

۷۔ زرقائ، مصطفی احمد، المدخل الفقہی العام، ج۲، ص۹۴۹، دار الفکر، بیروت، ۱۳۸۷ھ۔۱۹۶۸ء

۸۔ اوصاف، یوسف، مراۃ المجلۃ، ج۱، ص۴، المطبعۃ العمومیہ، مصر

۹۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج۱، ص۱۳

۱۰۔ ایضا، ص۱۸

۱۱۔ ایضا

۱۲۔ ایضا، ص۴۸

۱۳۔ ایضا، ص۵۲

۱۴۔ ایضا، ص۱۰۷

۱۵۔ ایضا، ص۱۴۱

۱۶۔ سلیم رستم باز، شرح المجلۃ، ج۱، ص۵۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان

۱۷۔ زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ص۲، دار الصفوہ، کویت
۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۲ء

۱۸۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج۱، ص۱۳۸

۱۹۔ ایضا، ص۷۷

۲۰۔ ایضا

۲۱۔ ایضا، ص۲۵۸

۲۲۔ ایضا

۲۳۔ ایضا، ص۱۲۷

۲۴۔ ایضا، ص۶۱

۲۵۔ ایضا، ص۵۹

۲۶۔ ایضا، المقدمہ ص۱۳

۲۷۔ زرقائ، مصطفی احمد، المدخل الفقہی العام، ج۲، ص۹۶۵

۲۸۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج۱، ص۱۸

۲۹۔ زرقائ، مصطفی احمد، المدخل الفقہی العام، ج۲، ص۹۶۷

۳۰۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج۱، ص۱۸

۳۱۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج۱، ص۲۶

۳۲۔ ایضا

۳۳۔ ایضا

۳۴۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج۱، ص۲۳

۳۵۔ ایضا

۳۶۔ ایضا

۳۷۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج ا، ص ۵۲

۳۸۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج ا، ص ۷۰

۳۹۔ بخاری، الصحیح للبخاری، الجزء الرابع، ص ۲۰۴۲، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ، حدیث نمبر ۷۲۸۸

۴۰۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج ا، ص ۷۰

۴۱۔ حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث، مکتبہ المعارف، بالریاض، سعودیہ

۴۲۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج ا، ص ۴۸

۴۳۔ ایضا، ص ۱۲۷

۴۴۔ ایضا، ص ۵۹

۴۵۔ ایضا، ص ۱۸

۴۶۔ زرکشی، بدرالدین محمد بن بہادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ص ۲

۴۷۔ اتاسی، شرح المجلۃ، ج ا، ص ۷۷

۴۸۔ ایضا

۴۹۔ ایضا، ص ۲۵۸

۵۰۔ ایضا، ص ۲۶۰

۵۱۔ ایضا، ص ۱۲۷

۵۲۔ ایضا، ص ۶۱

۵۳۔ ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج ا، ص ۶۶

۵۴۔ سلیم رستم باز، شرح المجلۃ، ج ا، ص ۵۶۰